خواتین کے حقوق کے تحفظ میں فلاحی ریاست کی ذمہ داری اور کردار تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

The Role of Welfare State in The Realization and Security of Women's Rights in The Light of Prophet Muhammad's (ﷺ) Teaching.

ڈاکٹر خدیجہ عزیز *
ڈاکٹر محمد ناصر **

Abstract:

A welfare state can be addressed as a form of governance in which the state protects and promotes the well-being of its citizens socially and financially as its chief responsibility. Such a state prioritizes its citizens as its foremost significance. It would never discriminate among its citizens on the basis of language, religion, region, social status or financial status. In the historic times, a state was always confined to the interests of a ruler. However, over a period of time and social developments of man, there emerged many that brought about many changes .

In the modern era, the role of women, their rights and their preservation is a debate for many key forums. Several publications analyzed the rights in Islam given to women and also highlighted the western role in promoting and implementing women rights'. In this review, we will draw attention to the role and duties of the Islamic State of Madina in the realization of women's rights and the responsibilities taken to secure and protect these rights.

Key words: Welfare state, Women Rights, Islam, Prophet, Security

*اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامیات، شہید بینظیر بھٹو وومن یونیورسٹی پشاور
**لیکچرار، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

تمہید

خواتین کے حقوق کے تحفظ پہ وقتاً فوقتاً مطالعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ جن میں عام طور پر اسلامی اور مغربی معاشرے میں خواتین کو دیے گیے حقوق کے عنوان کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ زیر نظر تحریر میں بھی اسی پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ ریاست مدینہ میں خواتین کو حاصل حقوق کی روشنی میں دور حاضر کی فلاحی ریاست کس طرح اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے۔

فلاحی ریاست

ریاست سے مراد ایسی سیاسی منظم اور آزاد ملت ہے جس کے تصرف میں متعین اور محدود علاقہ ہوتا ہے۔[1] اور فلاحی ریاست! ریاست کا وہ تصور ہے جس میں شہریوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کی بہتری کو ترجیح حاصل ہو اور اس کے لیے ٹھوس اقدامات اٹھائے جاتے ہوں۔ اور ہر قسم کے امتیازات خواہ لسانی، مذہبی، علاقائی ہوں یا اقتصادی و معاشرتی سے بالاتر ہو کر اپنی ذمہ داری نبھاتی ہو۔ پرانے زمانے میں ریاستیں صرف حکمرانوں کے مفاد تک محدود ہوا کرتی تھیں، دھیرے دھیرے ایسے نابغہ روزگار انسان پیدا ہوئے جنہوں نے ریاست میں نئے تصورات پیش کیے جس سے انسانی زندگی میں بہتری آئی۔ انہوں نے ریاست کے نظام کو از سر نو ترتیب دیا عوام اور ریاست کے حقوق دونوں واضح کیا۔ انسان میں جمہوریت کی سوچ بڑھی اور ریاستی نظام میں بہتری آئی۔ اور دنیا میں فلاحی ریاست کا تصور پیش کیا۔ کسی بھی ریاست کے حکمران کا اپنے اختیارات کو شہریوں کے دینی اور دنیاوی حقوق کے تحفظ کے لیے استعمال کرنا معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں قرآن پاک کی پہلی ہدایت رعایا کے درمیان عدل وانصاف کی ہے۔ آنحضور ﷺ نے حکمران کو چرواہے سے تشبیہ دی ہے جو اپنے ریوڑ کے لیے خوراک کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں خواتین کا بنیادی کردار ہے جن کے لیے اسلامی اور وضعی قوانین میں حقوق مقرر کیے گئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ خواتین سیاسی اور سماجی سرگرمیوں میں حصہ لے کر ترقی وامن وامان کو یقینی بنانے میں مثبت کردار ادا کریں۔ جس کے لیے اسلامی قانون میں دفاعی اور حفاظتی اقدامات تجویز کیے ہیں۔ حفاظتی اقدامات میں درس و تدریس، وعظ و نصیحت، جرم و سزا کا نظام شامل ہے۔

خواتین کے معاشرتی حقوق کے تحفظ میں ریاست کی ذمہ داری

اسلام میں خواتین کے کردار کو سمجھنے کے لیے قرآن وحدیث اور تاریخ کا درست سیاق وسباق میں مطالعہ کرنے کی

ضرورت ہے۔ جس دور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق وصداقت کا نعرہ بلند کیا اس معاشرے میں عورتوں کو کمتر سمجھا جاتا ان کی اہمیت غلاموں سے زیادہ نہیں ہوتی تھی اور بعض قبائل میں تو نوزائیدہ بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے جہاں بت پرستی اور سماجی تفاوت کا خاتمہ کیا اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی فرسودہ رسم کو ختم کیا وہیں خواتین کے لیے ازدواجی، سماجی، اور معاشرتی حقوق مقرر کیے اگر یوں کہا جائے کہ اسلام حقوق نسواں کا سب سے بڑا حامی ہے تو بے جانہ ہو گا۔ قرآن کریم عورت اور مرد کو یکساں مساوی حیثیت دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ترجمہ "اے لوگو! اللہ کے معاملے میں "اپنے فرائض کے حوالے سے "محتاط رہو جس نے تمہیں نفس واحد سے پیدا کیا اور اس کے لیے اسی کی (نسل) کا ساتھی پیدا کیا اور ان دونوں سے کئی مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا اور اللہ کے معاملے میں "اپنے فرائض کے حوالے سے "محتاط رہو۔ جس کے نام پر تم دوسرے سے (اپنے حقوق) مانگتے ہو اور رشتوں کے بندھن کے معاملے میں یقیناً اللہ ہر دم تم پر نظر رکھے ہوئے ہے)[2]

قرآن کے مندرجہ بالا پیغام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کا ایک نفس سے پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے ایک صنف کو دوسری پر کوئی اساسی برتری نہیں۔ جس کے مظاہر اسلامی تعلیمات میں جابجا بکھرے ملتے ہیں؛ مثلاً آغاز اسلام کے موقع پر مرد اور عورت میں ہر طرح کے جنسی امتیاز کی نفی کی گئی تھی اور دونوں کو معاشرتی لحاظ سے برابر کے حقوق کا حامل گردانا گیا تھا۔ حج اور عمرہ کی اہم ترین عبادت کے بنیادی ارکان میں طواف کعبہ ہے، جہاں مرد اور عورت احرام میں ایک ساتھ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ جب خدا کی نگاہ میں عورت اور مرد برابر ہیں تو پھر قبائلی معاشروں میں جنم لینے والے فیوڈل کلچر کے تحت عورتوں کو مساوات کے حق سے کیوں کر محروم کیا جاسکتا ہے۔ اسلام نے عورت کو وراثت میں حق دیا تجارت سے نہیں روکا امّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ عرب کی مشہور تاجرہ اور خود مختار تھیں۔ اسی طرح دیگر کئی خواتین تجارت وزراعت کے پیشے سے وابستہ تھیں۔ اور معاشرے میں بھرپور سیاسی کردار بھی ادا کرتی تھیں۔ بعض مکاتب فکر کی طرف سے عورتوں سے امتیازی سلوک کا جواز فراہم کرنے کیلئے استعمال کی جانے والی بعض فقہی انتہا پسندانہ تشریحات کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اسلام میں مرد پر اہل وعیال کے نان ونفقے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ خواہ بیوی خود کچھ کماتی ہو یا نہیں۔ جدید مغربی معاشرے میں بچوں کی پرورش اور امور خانہ داری مرد اور عورت کی مشترکہ ذمہ داری سمجھی جاتی ہے اب وقت آگیا ہے کہ اگر پاکستان کو جدید اسلامی فلاحی ریاست بننا ہے تو عورتوں کے معاشرتی

کردار کو منصفانہ بنیادوں پر استوار کرے۔

اسلامی معاشرے میں خواتین کی اہمیت

متعدّد شواہد سے یہ بات ثابت ہے کہ معاشرے میں اسلامی تعلیمات کے برعکس عورت کو محکومانہ زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ رحمت دوعالم ﷺ نے ان کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کیا کہ:

" حبب إلي من الدنيا النساء والطيب، وجعل قرة عيني في الصلاة "[3]

ترجمہ: "میرے لیے عورت اور خوشبو محبوب بنایا گیا ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے"

یہ حدیث اس بات پر دالالت کرتی ہے کہ عورت سے بیزاری کو زہد نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس سے ایسی نعمت عظمیٰ کی ناشکری لازم آرہی ہے جو انسان کے ایمان اور عزت و آبرو دونوں کی تکمیل اور حفاظت کا سبب ہے اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ مرد و عورت مذہبی اور معاشرتی طور پر ایک دوسرے کے لیے جزلاینفک ہیں۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ ان کے مابین بندھن کی آئینی حیثیت متعیّن کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"النكاحُ من سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني"[4]

(ترجمہ: نکاح میری سنت میں سے ہے جس نے میری سنت سے روگردانی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں)۔

اوراللہ کے ارشاد کے مطابق ایک دوسرے کے لیے عزت اور سکون کا سبب ہوتے ہیں جیسے:

" هن لباس لكم وانتم لباس لهن"[5]

(ترجمہ: "عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا)۔ یعنی دونوں ایک دوسرے کی شخصیت کی تکمیل کا ذریعہ ہیں اور دونوں کی حیاتی میں بہت سے تشنہ پہلو جاتے ہیں جو ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتے۔[6] معاشرت میں عورت کے ساتھ "معروف" کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے:

"وعاشروهن بالمعروف"[7]

(ترجمہ: اور ان عورتوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کے ساتھ زندگی گزارو)۔

آیت میں "معاشرت" سے مراد مل جل کر زندگی گزارنا ہے جسے "معروف" کی قید سے مقید کیا گیا ہے، ابو بکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ اس میں بیویوں کے نفقہ، مہر، عدل گفتگو میں شائستگی، حلاوت، محبت مراد ہے۔ یعنی حاکمانہ انداز اور بے رخی نہیں ہونی چاہیئے، [8]۔ یہ حکم صرف معاشرت کی حد تک محدود نہیں بلکہ تمام مسائل میں ایذا رسانی سے گریز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مطلقہ عورت کے بارے میں صاف طور پر یہ اعلان کیا گیا ہے:

﴿وَلاَ تُمْسِكُوهنَّ ضِرَاراً لِّتَعْتَدُواْ﴾[9]

(ترجمہ ایذادِہی کے خیال سے ان کو نہ روک رکھو؛ تاکہ تم زیادتی کرو)۔

عورتوں کی تعلیم کے حق کے تحفظ میں ریاست کی ذمہ داری

علم انسان کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ کوئی بھی قوم علم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ ناخواندگی انسان کو کُند ذہن بنادیتی ہے جو مادی ترقی کے امکانات کو محدود بنادیتی ہے ایک طویل عرصے تک عورت کی تعلیم کو نظر انداز کر کے مردوں تک محدود کر دیا گیا جب کہ اسلام نے یہ دروازہ" طلب العلم فريضة [10]" کے الفاظ سے صدیوں قبل کھولا ہے۔ ایک دوسری حدیث جس کے راوی حضرت ابو سعید خدریؓ ہیں میں ہے:

"مَنْ عَالَ ثلاثَ بناتٍ فأدَّبهنَّ وَزَوَّجهن وأحسنَ اليهن فله الجنة"[11]

"جس نے تین بچیوں کو پالا انہیں تعلیم دلوائی، ان کی شادی کی اور حسنِ سلوک پیش آیا تو وہ جنت کا مستحق ہے۔ مکلّف ہونے کے ناطے اللہ کے حکم کے مخاطب مرد و عورت دونوں ہیں اور دونوں ہی شریعت کے پابند ہیں اور شریعت پر عمل بغیر علم کے ممکن نہیں۔ چونکہ علم حقوق اور عائد ذمہ داریوں سے آگاہی کا ذریعہ ہے جو عورت کی تعلیم کی افادیت بڑھادیتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خیر القرون میں ایسی متعدد عورتیں پائی جاتی ہیں جو قرآن وسنت پر مہارت کے ساتھ ساتھ اجتہاد اور فتویٰ کی ذمہ داری نبھاتی رہیں جن میں حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ام عطیہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، اسماء بنت ابو بکرؓ، ام شریکؓ، فاطمہ بنت قیسؓ وغیرہ نمایاں تھیں۔[12]

خواتین کی جان کے تحفظ میں ریاست کی ذمہ داری

اسلام سے قبل پوری دنیا میں مظلومانہ زندگی گذارنے پر مجبوری تھی عرب کے بعض قبائل میں تو لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا۔ قرآن مجید نے ایسی فرسودہ رسموں کی نہ صرف حوصلہ شکنی کی بلکہ اس قبیح عمل کے اپنانے والوں کے لیے زجر اور توبیخ کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وإذا الموٴدةُ سُئِلَتْ. بأيِ ذنبٍ قُتِلَتْ﴾۔[13]

(ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ اس لڑکی سے پوچھا جائے گا جسے زندہ دفن کیا گیا تھا کہ کس جرم میں اسے مارا گیا)۔

ساتھ ہی ساتھ بچیوں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھنے والے کے لیے جنّت کی بشارت دی" ابن عباسؓ فرماتے

ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی بیٹی کو نہ تو در گور کیا اور نہ در شتگی سے پیش آیا اور نہ اس پر لڑکے کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

ان فرمودات کا مقصد عرب معاشرے میں خواتین کو درپیش مشکلات کی بیخ کنی کرنا تھی۔ جہاں بچی کی پیدائش کو عار سمجھ کر اسے زندہ دفن کرنے کو وقار سمجھا جاتا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اس عادت کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب ان کو بیٹی کی پیدائش کی خبر دیجاتی ہے تو غم کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں اور دو صورتوں (زندہ رکھنا یا در گور کرنا) میں سے کسی ایک پر عمل پیرا ہونے کے بارے میں سوچتے ہیں [14] دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے اسکے گناہ کے بارے میں پوچھا جائے گا [15] اس بات کو رسول اللہ ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر یوں بیان فرمایا تمہارے جان مال اور عزتیں ایک دوسرے پر آج کے دن، مہینے اور اس عشرے کی طرح حرام ہیں [16] ایک اور موقع پر قتل نفس کی شناعت بیان کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مومن کو ناحق قتل کرنے کے مقابلے میں پوری دنیا کا زوال اللہ کے سامنے بہت ہلکا ہے۔" [17] قرآن وحدیث کے مذکورہ نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ مرد اور خواتین کی جان شریعت کی نظر میں برابر ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ حکومت کے لیے جس طرح مردوں کی جان کا تحفظ فرض ہے اسی طرح عورتوں کی جان کا تحفظ بھی ضروری ہے اور اس ضمن میں کسی تساہل سے کام نہیں لینا چاہیے۔

خواتین کے دینی اور سماجی حقوق کے تحفظ میں ریاست کی ذمہ داری

شرعی احکام پر عمل کرتے ہوئے خواتین مساجد جانے سمیت ہر قسم کی سماجی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے۔ وہ وعظ تبلیغ، جائز سماجی تقریبات اور شادی بیاہ میں شرکت کر سکتی ہیں۔ اس ضمن میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری بیویاں مساجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو انہیں اجازت دے دو۔ [18] ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: جس وقت حضور اکرم ﷺ فجر کی نماز ادا فرماتے تھے اس وقت عورتیں چادروں میں بیٹھی ہوئی مسجد سے اپنے گھروں کو لوٹتی تھیں۔ [19] رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو نماز کے لیے مسجد میں آنے کی اجازت فرمائی اور خواتین کے لیے مسجد میں الگ جگہ اور آنے جانے کے لیے مستقل دروازہ متعین فرمایا جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ یے فرمایا: "اگر یہ دروازہ ہم عورتوں کے لیے خاص چھوڑ دیں تو اچھا ہو۔" [20] پھر اس دروازے سے ابن عمر زندگی پھر داخل نہ ہوئے۔ اسی طرح کا حکم حضرت عمرؓ سے

بھی مروی ہے کہ انہوں نے مسجد نبوی کا ایک دروازہ عورتوں کے لیے مخصوص فرمایا[21] اور حضرت عمرؓ عورتوں کے دروازے سے مردوں کو داخل ہونے سے روکتے تھے[22] صاحب "عون المعبود" فرماتے ہیں یہ دروازہ رسول ﷺ نے مخصوص فرمایا ہو تو یہ حکم مرفوع ہو گا اور اگر حضرت عمرؓ نے مخصوص کیا ہو تو پھر یہ حکم موقوف ہو گا راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم مرفوع اور موقوف دونوں طرح ثابت ہے[23]۔ آج بھی مسجد نبوی کا ایک دروازہ "باب النساء" کے نام سے موسوم ہے۔ ان روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خواتین کو عبادت اور مذہبی تقریبات میں شرکت کا حق حاصل ہے عورتوں کے لیے یہ سہولت فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے ۔ بدقسمتی سے پاکستان کی اکثر مساجد میں خواتین کے لیے نماز کی علیحدہ جگہ کا انتظام نہیں پایا جاتا۔

آزادیِ رائے کے حق کی فراہمی میں ریاست کی ذمہ داری

دینی اور دنیاوی معاملات میں عورتوں کو مردوں کے برابر آزادی حاصل ہے۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: "تم لوگ عورتوں کے مہر زیادہ مقرر کرنے سے باز رہو، اگر زیادہ مہر بڑائی اور تقویٰ کی علامت ہوتی تو نبی کریم ﷺ اس کا زیادہ استحقاق رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو ٹوکتے ہوئے ایک عورت نے کہا آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاٰتَيْتُمْ إِحْدَاهنَّ قِنطَاراً فَلاَ تَأْخُذُواْ مِنه شَيْئاً﴾[24]

(ترجمہ: اور دیا ہے ان میں سے کسی ایک کو ڈھیر سامان تو اس میں سے کچھ نہ لو)۔

جب خدا نے مہر میں ایک قنطار دینے کو جائز قرار دیا ہے تو آپ اس کو منع کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ حضرت عمر نے یہ سن کر فرمایا "كل أحد أعلم من عمر"[25] تم سب عمر سے زیادہ علم والے ہو۔ کیونکہ بحث جواز کی نہیں بلکہ اوّلیت کی اس تھی لیے حضرت عمرؓ نے اس عورت کو منع بھی نہیں کیا ۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اسلام میں عورتوں کی رائے کا احترام کیا جاتا تھا۔ جسے بوقت ضرورت لونڈیاں بھی استعمال کرتی تھیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رائے جو مشورے کے طور پر ہوتی اس پر بے خوف وخطر اپنی رائے پیش کرتیں اور کوئی خطرہ محسوس نہ کرتیں۔[26]

آزادیِ رائے کا سرچشمہ آپ ﷺ کی ذات اقدس تھی۔ آپ ﷺ کی تربیت نے ازواجِ مطہرات میں آزادیِ ضمیر کی روح پھونک دی تھی، جس کا اثر تمام عورتوں پر پڑتا تھا۔

خواتین کے لیے عدل کی فراہمی میں ریاست کی ذمہ داری

ظالم اور بوہڑ شوہر سے نجات کے لیے عورت کو خلع کا حق دیا گیا ہے جو بواسطہ عدالت حاصل کیا جاتا ہے۔ چونکہ ظلم سے قومیں زوال کا شکار ہوتی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ عدل اور انصاف کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾[27]

(ترجمہ: ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کہ بھیجا اور ان پر کتب نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد) تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہیں)۔

ایک دوسری جگہ قرآن پاک مسلمانوں کو عدل وانصاف کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے ہدایت فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾[28]

(ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لیے یہی گواہی دو تو تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو خدا ان کا خیر خواہ ہے۔ تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا اگر تم پیچیدہ شہادت دو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے تو (مان رکھو) خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے)۔

اس کی بنیاد رآپ ﷺ نے رکھی وہ یوں کہ بنو مخزوم کی ایک معزز خاندان کی عورت نے چوری کی اس کے قبیلے کے لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی جو کہ آپ ﷺ کو بہت عزیز تھے یہ سفارش کرنے کے لیے بھیجا کہ اس خاتون کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اس پر ناراضگی کا اظہار ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کی حد کو روکنے کی سفارش کر رہے ہو؟ پھر فرمایا اے لوگو جس چیز نے پہلی قوموں کو تباہ کیا وہ عدل کی پیروی نہ کرنا تھی۔ امیر آدمی کو اس کے جرم کی سزا سے مستثنیٰ کر دیا جاتا اور غریب آدمی کو پوری سزا دے دی جاتی تھی۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ محمد ﷺ بھی اس طرح کرتیں تو میں اس کے ہاتھ کے کاٹنے کا حکم دیتا۔[29]

حقوق نسواں کے تحفظ کے لیے پاکستان میں قانونی حیثیت

دستور پاکستان کی رو سے پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے اس میں مرد عورت کی کوئی تخصیص نہیں، خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے صرف دستوری تحفظ پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس کے لیے باقاعدہ قانون سازی بھی کی گئی ہے۔ اس ضمن میں The Protection of Women Act, 2006 اور

Protection against Harassment of women of the work place. Act, 2010 خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان 1860 (Pakistan penal Code,1860) میں تحفظ نسواں آیت Protection of Women Act, 2006 کے ذریعے دفعہ 365 A-کے بعد B365-کو شامل کر دیا گیا ہے۔ اس دفعہ کی رو سے عورت کو اغوا کرنے، اس کے ساتھ زیادتی کرنے یا اس کے ساتھ زبردستی شادی کرنے جیسے معاملات کو قابل دست اندازی پولیس جرائم قرار دے دیا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں کے لیے قید اور جرمانے کی سزا مختص کی گئی ہے جب کہ The Protection against Harass of women at the work place Act, 2010 کی رو سے جگہ ملازمت اور عوامی مقامات پر عورت کے احترام اور حقوق کے تحفظ کے لیے قانون سازی کی گئی ہے۔

خلاصہ بحث:

اسلامی تعلیمات میں عورت کی حیثیت اور مرتبہ مسلّمہ ہے جسے نہ صرف انسانی اور معاشرتی حقوق سے نوازا گیا ہے بلکہ انکی اچھی پرورش اور خدمت جنّت کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے جو اس کا اخروی اعزاز ہے۔ دنیوی اعزاز یہ ہے کہ عورت مرد کے لیے عفّت پاکدامنی سکون اور حیا کا ذریعہ ہے جس کی اساس نکاح پر قائم ہے جو مرد عورت کے تعلق کی آئینی حیثیت متعیّن کرتا ہے۔ اس تعلق کے دوام و استحکام کے لیے حقوق متعین کیے گئے جس میں جانبین کا لحاظ رکھا گیا ہے جن سے ہادی ﷺ نے اپنے پیروں کاروں کو نہ صرف روشناس کرایا بلکہ مدینہ منوّرہ میں قائم پہلی اسلامی ریاست میں اس کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے رکھا جس میں خواتین تمام شعبہ ہائے زندگی میں اپنا مثبت کردار ادا کرتی رہیں اور آپ ﷺ بحیثیت حکمران خواتین کے حقوق کے تحفظ کے حوالے سے احکامات صادر فرماتے رہے جن میں سے چند ایک کا ذکر اس مقالے میں کیا جا چکا جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مدینہ کی ریاست میں خواتین کے حقوق کی کس قدر اہمیت تھی جنہیں موجودہ دور میں کس بے دردی سے پائے مال کیا جا رہا ہے۔ آج کے دور میں بھی اگر حکومت خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے اقدامات کرنا چاہے تو اس کے سامنے ریاست مدینہ کا نمونہ موجود ہے جس سے عورت کے حقوق کو استحکام مل سکتا ہے جو اچھے، مثالی، اور پر سکون معاشرے کے پروان چڑھنے کا سبب ہے۔

References

[1] Dāīratul M‘āarif, https://ur.wikipedia.org/wiki/29/03/2019
[2] al Nisā:1
[3] Nasāī Abū Abdul Rahmān Ahmad Bin Sohib, Sunan Kubrā, Maktaba Al m‘aārif Reyāḍ,1303,Hadīth:609
[4] Bukhārī Muhammad Bin Ismāiīl, Al jam‘ Al Ṣḥīḥ,Kutub Khāna Rashīdīya Dehlī ,Pg:757-58
[5] Idib
[6]Alawī Thuriya Batūl, Islām Min Urat ka Maqām Awr Martaba,Islāmic Book Foundation Naye Dehlī1993,Pg:357
[7] Al Nisā:19
[8] Rahmānī Mulwī Abdul Ṣamad, Islām Min Urat ka Maqām,Dīnī Book Dipū Dehlī,Pg:17
[9] Al Baqra:231
[10]Al Qazwīnī Abū Abdullha Muhammad bin Yazīd,Sunan Bin Māja,Ḥadīth:422
[11] Sajistānī Abū Dāwūd Sluaimān Bin Ash‘ath,Sunan Abī Dāwūd, Maktaba Al M‘aārif Reyāḍ,Hadīth: 931
[12]Umarī Seyad Jlāl Al Dīn,muslmān Urtwon Ky Ḥqūq Awr Un par I‘atrāḍāt ka Jayza,Idāra Tḥqīq w Tṣnīf Alāmī ‘Ali Grh1986,Pg:29
[13] Al takwīr:8-9
[14] Al Takwīr:58-59
[15] Al Tkwīr:8-9
[16] Al An‘aām:151
[17] Al Jāmi Al Ṣḥīḥ, Vol1,Hadīth:49
[18] Ṣḥīḥ Muslim, Hadīth:442
[19] Ṣḥīḥ Bukhārī,Hadīth:396
[20]Sunan Bin māja,Hadith:285
[21] Sunan Abī Dāwūd,Hadīth:458
[22] Ibid,Hadīth 460
[23] ‘Aẓīm Ābādī,Sharf Al Haq Abū Abdul Rahmān,‘Awn Al Mebūd,Dārul Kutub Al ‘ilmiya Beirūt,Vol2,Pg:130-132
[24] Al Nisā,:20
[25]Al Qasṭlānī Ahmad bin MuHammad Bin Abī Bakar, Irshād Ul Sārī sharḥ Ṣḥīḥ Al Bukhārī, Maṭb‘a Al Kubrā Al Amīriya miṣr Eiditon 7, 1323,Vol8,Pg:60
[26]Thuriya Batūl , Islam Min Uwrat ka Maqām w Martba,Pg:15
[27] Al Hdīd:25
[28] Al Nisā:135
[29] Ṣḥīḥ Al BuKhārī, Hadīth:2788